# قصور آپ کی نہیں اس قوم کی بے شعوری کا ہے، تحریر: ساکاخان

پانچویں بار بلوچ قوم اپنے قابض دشمن کے خلاف ایک اور جنگ کی لپیٹ میں ہے. اس سے پہلے 1948 ، 58 ، 62 اور 74 میں بھی محدود وسائل اور محدود افرادی قوت کے ساتھ بلوچ قوم نے قبضہ گیر دشمن کے خلاف جنگیں لڑ کر ثابت کر دیا ہے کہ بلوچستان اکھنڈ بھارت یا عظیم ہندوستان کا کبھی بھی حصہ نہیں رہا ہے بلکہ یہ ایک آزاد و خود مختار ریاست تھی جس پر 27 مارچ 1948 میں پاکستان نے بزور قوت قبضہ کر لیا ہے.

جس کے خلاف ہر دہائی ڈیڑھ دہائی بعد بلوچ قوم اپنی مادر وطن اور قومی آزادی کی خاطر برسر پیکار رہی ہیں .

قابض دشمن نے پچھلے چار جنگوں کو قومی جنگ کے بجائے قبائلی سردار و نوابوں کا زاتی و مفاداتی جنگ قرار دے کر اندرونی و بیرونی سطح پر ناکام بنانے کی کوشش کی ہیں . اور دشمن اس میں ایک حد تک کامیاب بھی ہوئی.

اس کے بہت سے وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بھی تھی کہ گزشتہ جنگوں میں بلوچستان کی غیر قبائلی علاقہ ( مکران ) جو خود کو ہمیشہ پڑھا لکھا اور باشعور سمجھتا ہے کی ناصرف سیاسی و عسکری مدد حاصل نہیں تھی. بلکہ ایک حد تک مکران کے پڑھے لکھے لوگوں نے دشمن کی اس پروپیگنڈے کو ہمیشہ سچ ثابت کرنے کیلئے اپنا حصہ ڈالتے رہے.

74 سے پہلے کا زمانہ تو مجھے یاد نہیں اس لیے ان جنگوں کے بارے میں وثوق کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتا .

لیکن 74 کا زمانہ مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ مکران میں اس جنگ کو مینگل مری بغاوت کا نام دے کر سرکاری پروپیگنڈے کو درست ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی گئی.

جی ہاں…ایک طرف ذوالفقار علی بھٹو نامی شخص جنرل ٹکا خان و موسی خان کے ذریعے بلوچ قوم پر آہن و آتش برسا رہی تھی. دوسری طرف مکران میں بی ایس او عوامی کے لیڈر کیڈر اپنے جیبوں پر بھٹو کا فوٹو والا مونو گرام لگا کر سرداری و قبائلی نظام کے مخالفت کے نام پر عاقلانہ یا جاہلانہ ( دانستہ یا غیر دانستہ ) طور پر دشمن کو فائدہ پہنچا رہے تھے.

پھر تین دہائیو تک سیاسی حوالے سے بلوچستان دو حصوں میں تقسیم ہوکر رہ گیا. ایک طرف قبائلی علاقہ جات کی لیڈر شپ سردار مینگل،

نواب مری ، نواب بگٹی اور میرغوث بخش بزنجو ایک قومی سوچ اور نظریے کو لیکر بلوچستان میں سیاسی جد و جہد میں سرگرم رہے. جو بعد میں پختون لیڈر شپ کے ساتھ مل کر نیشنل عوامی پارٹی ( نیپ ) کی شکل میں نمایاں رہے . ( نیپ حکومت کی خاتمے اور بلوچ پختون لیڈر شپ کی دوریاں زیر بحث نہیں ) جبکہ ان کے مخالفین کچھ وفاق پرست قبائلی سردار مسلم لیگ اور پی پی پی میں تھے اور مکران کے پڑھے لکھے لوگ خود اپنی پارٹی تو نہ بنا سکے لیکن بی ایس او کو تقسیم کرکے اسکے ایک حصے پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گئے.

مکران کے قبائل مخالف و سردار مخالف پڑھے لکھے سرکردہ رہنماؤں میں سے امان اللہ گچکی، عبدالرحیم ظفر اور صابر بلوچ تو پی پی پی میں شمولیت کر گئے. لیکن دیگر بہت سے حضرات باہر رہ کر بی ایس او عوامی کی رہنمائی کرتے رہے .

ستر کی اواخر میں جب نواب مری اور سردار مینگل نے جلاوطنی اختیار کرلی تو پارلیمانی سیاست کے میدان میں میر غوث بخش بزنجو تنہا ہو کر رہ گئے. میدان کو خالی دیکھ کر مکران کے پڑھے لکھے باشعور لوگوں نے خونی انقلاب اور آزادی کے نعرے بلند کیئے اور بی ایس او کے انضمام کیلئے کوششیں تیز کر دیئے. بلآخر 84 میں بی ایس او کے دونوں دھڑے ایک ہو گئے اور قوم نے سکھ کا سانس لینا شروع کر دیا.

لیکن بدقسمتی سے یہ انضمام صرف دو سال قائم رہا . اور 86 میں پھر سے توں توں میں میں شروع ہوگئ. اور یوں ہی 88 میں ثور انقلاب، جدلیات و مادیت، پرولتاری و بورژوا جیسے اجنبی نعرے جیتے گا بھائی جیتے گا ڈاکٹر مالک جیتے گا ” کے شور میں دب کر رہ گئے.

88 سے لیکر آج تک پڑھے لکھے باشعوروں کے حصے میں اربوں کھربوں کے بینک بیلینس، بنگلے ، مہنگی گاڑیاں ، فلیٹ و پلاٹ اور دنیا بھر کی سیر و تفریح آئی. مڈل کلاس و متوسط طبقے کے ان منافقوں کا بلوچستان کے تمام نواب سرداروں کیساتھ تعلقات بھی انتہا ہی خوشگوار رہے. لیکن بیچارے بلوچ کا کندھا آج بھی ہلکا نہیں ہوا. بلکہ کل وہ اپنے بھائی اور عزیزوں سے اس لیے لڑتا جھگڑتا رہا کہ انہوں نے مالک و حئی کے بجائے کسی اور کو ووٹ دیا. اور آج وہ ووٹ کے بجائے خون دے کر بھی دشمن اور اپنوں کی ظلم کا شکار ہیں. خدا جانے اس قوم کو متوسط طبقے کی منافقوں سے کب نجات مل جائیگی ؟

ووٹ دیکر بھی ظلم سہتا رہا خون دیکر بھی ظلم سہ رہی ہے.

دشمن کی مار بھی قوم کو پڑ رہی ہے. دوستوں کی مار بھی.

کچھ عرصے سے تو مکران کے عوام اپنے نئے پڑھے لکھے آزادی پسندوں سے اتنے تنگ آچکے ہیں کہ انکے نظر میں دوست اور دشمن کی فرق مٹ چکی ہے. بلکہ آجکل تو اہلیان مکران دشمن سے کم اور دوستوں سے زیادہ خوف زدہ ہیں.

مکران میں ایسا کوئی گھر نہیں بچا ہے جسکا کوئی فرزند شہید نہ ہوا ہو یا دشمن کے ہاتھوں نے جلایا گیا ہو !

لیکن انھی گھر والوں اور انکے خاندان و رشتے داروں کو دشمن سے زیادہ دوستوں کے ہاتھوں جانی و مالی نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے تعجب کی بات ہے کہ قوم اپنی دشمن سے زیادہ دوستوں سے خوفزدہ ہیں.

جب کسی بلوچ مسلح تنظیم کی پالیسیز پر سوال اٹھایا جائے تو وہ اپنی غلط پالیسیوں ، سیاہ کرتوتوں اور ناکامیوں کا اعتراف کرنے کے بجائے قوم کے شہیدوں کی قربانیوں کا سہارا لیکر خود کو بے گناہ و پارسا بنا دیتی ہے.

کسی زاتی و سیاسی مخالف یا خاندانی دشمن کو قتل کرکے اس پر مخبر اور منشیات فروشی کی الزام لگانے پر اگر کوئی باز پرس کرے تو قوم کے شہداء و لاپتہ افراد کی دیوار کھڑی کرکے خود کو محفوظ بنا دیتی ہے.

یہ کہاں کی انصاف ہے کہ جس قوم کو تم اپنا قوت سمجھ کر دشمن سے لڑ رہے ہو اپنی ہر بدنامی و بدکاری کو قوم کے فرزندوں کی لہو سے دھوتے ہو. پھر اسی قوم کو مار کر اس پر ناقابل برداشت الزام لگاتے ہو ؟؟

جبکہ تحریک دشمن سرکاری ایجنٹ ، ڈیتھ اسکواڈ کے جانے مانے سر غنے اور منشیات مافیا کے تمام سمگلر آپ کے حملوں سے محفوظ ہیں.

دوسری بات یہ ہے کہ آپ کے اور دشمن کے تمام پالیسیز قوم کیلئے یکساں ہیں. دشمن کسی بھی بلوچ کو شہید کرکے کہتا ہے کہ اس نے فلاں مقام پر ایک بلوچ دہشت گرد کو مار دیا.

آپ بھی جس بلوچ کو مار دیتے ہو اس کو مخبر یا منشیات فروش قرار دیتے ہو.

مکران میں سینکڑوں بلوچوں کو فوج نے شہید کرکے صرف اتنا کہا ہے کہ مقابلے میں مارے گئے . آپ بھی قتل کرکے کہتے ہو کہ آپ سمجھانے گئے تھے لیکن مزاحمت یا حملے کی صورت میں مارا گیا.فوج کلبھوشن جیسے لوگوں کو ڈرا دھمکا کر یا اذیت دے کر اعترافی بیان اگلوا سکتا ہے. تو بلوچ قوم آپ کے شائع کردہ ویڈیو کلپ کی اقرار نامے کو کیوں کر تسلیم کرے.

کیا ملزم یا مجرم کی سزا صرف موت ہے؟ جو بھی آپ کے زد میں آئے اسے کچھل دیتے ہو؟؟

اس لحاظ سے تو دشمن فوج بھی تم سے بہتر ہے جو درجنوں بلوچوں کو کئی ہفتے مہینے اور سالوں بعد بھی رہا کرکے چھوڑ دیتا ہے. لیکن آپ اٹھاکر لے جاتے ہو تو اس کی لاش پھینکتے ہو. اگر کوئی تمھارے ساتھ چلنے کو تیار نہیں ہوتا تو آپ بے رحمی و بے دردی کے ساتھ اسے قتل کر دیتے ہو.

کیا کوئی گستاخ یہ پوچھ سکتا ہے کہ آپ کا تعلق کس ریاست کی متعین کردہ فورس سے ہے ؟ آپ کس آئین و قانون کے تحت اپنوں کو سزا دیتے ہو ؟ کیا آپ کوئی ہلاکو، چنگیز، تیمور ہٹلر قسم کے بادشاہ ہو کہ کوئی تم سے کچھ بھی نہ پوچھے ؟؟

پچھلے ایک مہینے سے بی ایل ایف کے بہادر سپاہیوں نے منشیات سے لوڈ نو گاڑیاں ضبط کر لیے ہیں. جن میں سے تنظیم کے ترجمان نے صرف دو گاڑیوں کی زمہداری قبول کرلی ہے. کیا کوئی بھی بلوچ یہ پوچھنے کی جسارت کر سکتی ہے کہ یہ منشیات اور گاڑیاں کس علاقے میں عوامی اجتماع کے سامنے جلا دیئے گئے ہیں ؟؟

نہیں نا ….تو پھر تم کو کس نے یہ حق دیا ہے کہ تم دربلی زامران کے معروف و معتبر شخصیت مرحوم حاجی عبدالرشید یلانزئی کے پوتے کو منشیات کے الزام میں قتل کرکے ایک پورے خاندان اور محفوظ علاقے کو تحریک دشمن بنا دے.

آپ جس منشیات کو پکڑ کر خود تجارت و کار وبار کرنے کے مرتکب ہو چکے ہو. اور منوں ٹنوں منشیات کی تجارت کرکے مال کماتے ہو ( اسی رقم سے بلوچ شہداء کے یتیموں اور غریب سرمچاروں کی امداد و کمک نا کرنا زیر بحث نہیں ) تو پل آباد تمپ کے رہائشی جان محمد کے اکلوتے بیٹے کو دو پھڑی ہیروئین بیچنے کی پاداش میں موت کی سزا کیوں دیتے ہو؟؟

پانچ دن پہلے ایف سی اور دشمن فوج کی طرح رات گیارہ بجے پل آباد میں ایک بلوچ گھر میں گھس کر بڑی بے شرمی کے ساتھ چادر و چاردیواری اور بلوچی ننگ و غیرت کو تار تار کرکے دو تولے افیون بیچنے والے شخص کو خواتین اور چھوٹے بچوں کے سامنے جس سفاکانہ و ظالمانہ انداز میں قتل کرکے فرعونیت کی جو مثال قائم کی گئی اس کی اجازت و اختیار کہاں سے حاصل کی گئی ہے ؟

لرزہ طاری کرنے والے اس واقعے کی چشم دید گواہ کے مطابق مقتول کی بیوی اپنے شوہر پر لپٹ کر اللہ اور قرآن کا واسطہ دیتی رہی اپنی اور اپنے چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کا واسطہ دیتی رہی. بلوچ ، بلوچی روایات اور قاتلوں کو ان کے ماں باپ بچوں کی قسمیں دلاتی رہی مگر خون کے پیاسے درندوں نے کمسن عورت کی لاج رکھنے کے بجائے ہاتھوں سے پکڑ کر گرا دی ہے اور شوہر کو بے دردی سے قتل کر دیا.

کیا یہی شناخت ہے ہماری آزادی پسند سرمچاروں کی ؟ کیا ایسے واقعات قوم میں تحریک کیلئے ہمدردیاں پیدا کر سکتی ہے ؟

دشمن کی قتل و غارت اور جلاو گھیراو اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ اس وقت پوری قوم کو اپنے سرمچاروں کے ساتھ شانہ بشانہ ہونا تھا . لیکن یقین مانیئے کہ بی ایل ایف کے بے لگام و بے قابو سرمچاروں

کی وجہ سے 90 فیصد مکران فوج سے زیادہ اس تحریک سے متنفر ہو چکے ہیں.

شاید بی ایل ایف کو بی ایل اے کی پیش کردہ دو نقاط اس لیے منظور نہیں کہ وہ اپنے ان چور لٹیرے اور قاتلوں کو قابو نہیں کرسکتے.
یا بی ایل ایف قیادت انہی چور منشیات فروش اور ٹیکس گیر مافیا سے مالی فوائد حاصل کر رہی ہے.
ورنہ وہ دو نقاط میں کیا برائی ہے ؟
1:- قوم کی دی ہوئی طاقت قوم کے خلاف استعمال نہیں ہوگا
2:- کسی بھی ریاست کی پراکسی نہیں بننا ہے

بہت ہوگیا قوم اپنی شہید فرزند اور لاپتہ افراد کی خاطر اور ایک مضبوط و منظم تحریک کی کامیابی کی خاطر بہت چھپاتی رہی. اب قوم کی بلے پریشر ہائی ہو چکی ہے قربانی کسی روم میں چھپنے والے کمانڈر اور کرائے کی دانشور درباری شاعروں نے نہیں دی ہے. بلکہ قوم کے اپنے پیاروں نے دی ہے.
اور تمام مسلح تنظیموں کو یہ طاقت بھی قوم نے عطا کی ہے
اگر یہ قوم کسی کو طاقت دے سکتی ہے اسے چھین بھی سکتی ہے. اس سے پہلے کہ قوم کا ہر گھر ، ہر خاندان اور قبیلے بندوق اٹھا کر دشمن کے بجائے آپ کے پیچھے لگے تو اپ کو چھپنے کیلیے کوئی پناہ گاہ بھی نہیں ملے گا. کیونکہ اس وقت جہاں ، جہاں قوم آپ کے ساتھ ہے. وہاں آپ کھلے عام نقل و حرکت کرنے میں آزاد ہیں اور جہاں آپ نے اپنے لوگوں کو تنگ کیا ہے. دشمن پیدا کیا ہے وہاں آپ کے پہنچنے سے پہلے دشمن پہنچ جاتی ہے.
دو ہزار سات آٹھ تک پورا مکران بلوچ سرمچاروں کا مضبوط قلعہ اور محفوظ پناہ گاہ ہوا کرتا تھا. آج کی صورتحال کیسی ہے یہ مجھے کہنے کی ضرورت نہیں.
سبب کیا ہے ہم سے بہتر اپ خود جانتے ہونگے. اب یہ آپ کی مرضی کہ آپ اس نفرت و بیزاری کو بڑھانا چاہینگے یا آج سے اپنی تمام بلوچ دشمن تحریک دشمن اور سماج دشمن رویے اور پالیسیوں میں تبدیلی لا کر نفرت وبیزاری کی فضا کو ہمیشہ کیلیے ختم کر دینگے.
البتہ ایک بات اب صاف ظاہر ہے. کہ اب کسی گولیوں سے چھلنی لاش، غمزدہ ماں بہنوں اور جلائے گئے گھروں کی تصویریں اور جزباتی تحریریں عوامی ہمدردی حاصل نہیں کر سکتے. کیونکہ شہداء کرام، عظیم لاپتہ افراد اور بیوا، یتیم اور بے سہارے ماں باپ کا تعلق بھی اسی قوم سے ہے کہ جس کو آپ سے اور دشمن سے یکساں نقصان و تکلیف پہنچ رہی ہیں.

اس قوم کا تعلق کسی مسلح تنظیم سے نہیں بلکہ تمام تنظیموں کا تعلق اسی قوم سے ہے .